امامِ اعظم ابو حنیفہؒ پر اعتراضات اور ان کا تحقیقی جائزہ

مرتبہ

مفتی محمد مرغوب الرحمٰن ممدود

مطبوعات سلسلہ کمالیہ

WWW.SILSILAEKAMALIYA.COM

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امامِ اعظم ابو حنیفہؒ پر اعتراضات اور ان کا تحقیقی جائزہ

الحمد لحضرة الجلالة والصلوة علی خا تم الرسالة

(مقدمہ) "سیدنا الامام ابو حنیفہ النعمان بن ثابت" متوفی : ۱۵۰ ھ سواد اعظم اہل سنت والجماعت کے امام، فقہ اور قانون اسلامی کی باضابطہ تدوین و تشکیل کے مدوّن اول ہیں، اور در حقیقت ائمہ ثلاثہ کے فقہی اِفادات کی ترتیب اور انکی قانونی تشکیل بھی حنفی دبستانِ فقہ کی مرہونِ منت ہے۔

امت کے اس عظیم محسن کے خلاف محاذ آرائی، نت نئے الزامات، اعتراضات و اتہامات کی یورش، اسلامی آئین، شریعت کے نفاذ و ترویج میں روڑے اٹکانے، نظامِ شریعت کو نا قابل تنفیذ بنانے اور ناقص قرار دینے کے مترادف ہے، اور آپ کے افکار و نظریات کو جہاں علمی حلقوں میں غیر معمولی پذیرائی حاصل ہوئی وہیں بعضے حلقوں میں آپ طعن و تنقید کا نشانہ بھی بنے، حتی کہ بعض نجی مجلسوں اور درسی حلقوں میں آپ کو علم دین سے جاہل، علم حدیث سے کورا، منکر حدیث، صرف سترہ احادیث کا عالم، قیاس کو حدیث پر ترجیح دینے والا، مرجئی، قدری، جبری، مبتدع، فاسق، فاجر، منافق، زندیق اور یہودی تک کہہ ڈالنے میں "العیاذ باللہ" کوئی باک محسوس نہیں کیا گیا گویا آپ کے خلاف بازاری زبان تک کو استعمال کیا گیا اور اخباری بیان بازی اس پر مستزاد، لیکن یہ کوئی امر مستبعد نہیں، کیونکہ مسلمہ دستورِ ابدی ہے "لا یرمیٰ شجرالاذوثمر"۔

تاریخی تناظر میں بہ غور دیکھا جائے تو سیدنا الامام سے مخالفت کے متعدد وجوہ و اسباب کا پتہ چلتا ہے مثلاً آپ کا مِن اھل الرائے ہونا، محدثین کا نظریاتی اختلاف، آپ کے سیاسی نظریات، آپ سے حسد و رقابت، مسئلہ خلقِ قرآن میں حنفی قضاۃ کا محدثین کو سزا دلوانا، آپ کا اصولِ اجتہاد، طرزِ استنباط، آپ کی شخصیت سے ناواقفیت، آپ کے خلاف پروپیگنڈہ کا وجود پانا وغیرہ۔

محدث ابن أبی داؤد "جامع المسانید" میں رقمطراز ہیں، الناس فی أبی حنيفة رجلان: جا هل به وحا سد له'۔

بہر کیف ایسے میں تمام افرادِ امت بالخصوص سوادِ اُعظم کا یہ فریضہ بنتا ہے کہ سیدنا الامام پر اٹھائے گئے تمام اعتراضات و مطاعن ، تمام شکوک وشبہات کا محقق، مدلّل جواب دے کر تجزیے کی شمعِ ہدایت سے اندھیروں کا خاتمہ کرے۔

بر ہدفِ اصلی آمدن خوا ہم:

مولانا عبدالقیوم حقانیؒ اپنی کتاب ''دفاعِ امام اعظم '' میں ناقل ہیں کہ امام اعظم پر مخالفین کے جملہ اعتراضات کا مرجع وخلاصہ تین امور ہیں،(۱) الزام قلت حدیث،(۲) فقہ ورائے کی طرف آپ کا انتساب،(۳) ترجیحِ قیاس علی الحدیث

مفتی تقی عثمانی دام اقبالہ درسِ ترمذی کے مبادیات میں تحریر کرتے ہیں،امام صاحب کے جارحین معدودے چند افراد ہیں،

یعنی امام نسائی، بخاری، دار قطنی، حافظ ابن عدی۔

معاً آپ نے امام اُعظم پر عامۃ کئے جانے والے قریباً آٹھ اعتراضات کا منصفانہ جائزہ پیش کیا ہے۔

راقم الحروف کلی کا دعویٰ نہ سہی اکثری اعتراضات اور انصاف کے ساتھ ان کا تحقیقی جائزہ پیش کرنے کی کوشش کرے گا، خدا اس کاوش کو باب ایمن سے جنت میں داخلے کا سبب بنائے۔

تاریخِ بغداد نقد و جرح کا اہم مأخذ:

امام اُعظم کے تذکرہ نگاروں میں ایک اہم نام مؤرخ ابو بکر احمد بن علی الخطیب ہے ،انہوں نے اپنی شہرہ آفاق مصنّفِ مذکور میں اُھل بغداد کے تذکرہ کے تحت امام اعظم کے متعلق بھی ۱۴۶ صفحات پر مشتمل محامد نقل کئے ہیں بعد ازاں ۸۶ صفحات میں قریب ڈیڑھ سو روایات آپ کے مطاعن و اعتراضات سے متعلق جمع کر دی ہیں بریں بناء ایں کتاب آپ پر جرح کا بنیادی اور اہم مأخذ ہے ، بعض نے اس کو خطیب کا طرزِ تصنیف اور مؤرخانہ فرض کی ادائیگی پر محمول کیا ہے ،ابن حجر مکی بھی اسی کے قائل ہیں لیکن حافظ ابن الجوزی حنبلی اور جمال الدین یوسف حنبلی نے خطیب کو متعصبین اور قلیل الانصاف لوگوں میں شمار کیا۔حافظ ذہبی نے خطیب پر الزام لگایا کہ انہوں نے اپنی کتاب میں جعلی و موضوع روایات درج کر کے سنت پر ظلم ڈھایا ہے ، حافظ یوسف صالحی شافعی لکھتے ہیں کہ خطیب نے امام صاحب کے تئیں ناروا باتیں لکھ کر اپنی کتاب کو سخت داغدار کر دیا اور ہدفِ ملامت بن گئے،

مؤرخ ابن خلکان شافعی بھی خطیب کے طرز پر نقد کرتے ہیں کہ انہوں نے امام صاحب کے متعلق ایسی ناگفتہ بہ باتیں لکھدیں جن کا عدم ذکر اوران سے اعراض ہی اُنسب تھا۔ نیز انصاف پسندی سے دیکھا جائے تو خطیب کا یہ عمل ان کی محدّثانہ شان کے بر خلاف تھا، کیونکہ قابلِ غور بات اینست کہ انہوں نے دورانِ ذکرِ مناقب تو بعض جعلی روایات پر تبصرہ کرتے ہوئے انہیں موضوع قرار دیا، لیکن دورانِ جرح و تنقید ایسی اسانید جن کے بیشتر راوی محققین کے ہاں وضّاع یا مجہول ہیں، ان پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔

گرچہ انہوں نے ان اقوال سے اتفاق پر اپنی کوئی ذاتی رائے کا تو اظہار نہیں کیا، لیکن موزوں یہی تھا کہ اس جلیل القدر ہستی کی خامیوں کو نظر انداز کر دیا جاتا یا پھر بلا نقد و تبصرہ انہیں ذکر نہ کیا جاتا۔

خطیب کی اس غیر محتاط روش کی بناء پر کئی ایک کتب تصنیف کی گئی ہیں، کوثری کی تانیب الخطیب اس سلسلہ میں نہایت محقق، مدقق اور جامع ہے، آگے حسبِ موقع خطیب کی نقل کردہ روایات کا دفاع ہوگا۔

ولید بن مسلم اور ان کی تنقید :

ولید کہتے ہیں " قال ما لک بن انس أیذکرأبو حنیفه فی بلادکم قلت نعم قال ما ینبغی لبلادکم ان تسکن"

اس کے جواب میں عبدالوہاب شعرانی "المیزان الکبریٰ " میں لکھتے ہیں کہ حافظ مزنی نے فرمایا اس روایت کے راوی ولید بن مسلم ضعیف ہیں، اور اگر بالفرض امام مالک کا یہ قول ثابت بھی ہو تو مفہوم اس کا یہ ہوگا کہ جس شہر میں امام صاحب جیسا عالم ہو وہاں کسی اور عالم کی ضرورت نہیں۔

انتسابِ قرأت شاذہ، کتاب منحول :

عامۃً کہا جاتا ہے کہ سیدنا الامام قراءت شاذہ کو اختیار فرما کر انہیں روایت کرتے تھے، نیز آپ ان مسائل و اُحکام کا استنباط کرکے فقہ کی تدوین کرتے رہے۔ دراصل ہوا یوں کہ محمد بن جعفر خزاعی نے قرأت شاذّہ میں ایک رسالہ مرتب کیا اور اس میں درج کردہ شاذ قرأت کی نسبت امام صاحب کی طرف کر دی، جس سے بعض مفسرین و مصنفین کو دھوکہ ہوا۔ اس سلسلہ میں ابن حجر مکی کا ارشاد بطور قولِ فیصل خیرات الحسان سے نقل کر دیا جاتا ہے، ائمہ و علماء کی ایک جماعت نے جن میں دار قطنی بھی ہیں، اس بات کو تصریح کی ہے کہ یہ کتاب موضوع ہے اور امام اعظم اس سے بری ہیں۔ مخالفین بالخصوص اہلِ حدیث غالیین کتاب منحول (جس میں امام اعظم پر

اعتراضات کئے گئے ہیں) کی نسبت امام غزالی کی طرف کرتے ہیں، جب کہ حقیقت اینست کہ یہ غزالی حجۃ الاسلام نہیں بلکہ ایک معتزلی شخص کی تصنیف ہے جس کا نام محمود غزالی ہے۔

(دفاع امام اعظم، ص: ۱۰۰)

مشہور اعتراضات اور ان کا تجزیہ:

دفاعِ سیدنا الامام پر لکھی جانے والی کتب میں اکثر اُن مطاعن اور اعتراضات کے جواب دیئے گئے جو حدیث میں آپ کے کم رتبہ ہونے، قیاس ورائے کو حدیث پر ترجیح دینے اور آپ کے فقہی اجتہادات کے کمزور و بے بنیاد ہونے پر مشتمل ہیں، مقالے کے اس حصہ میں ایں حنفی خوشہ چین کی یہ کوشش ہوگی کہ آپ پر کئے گئے تمام ہی مطاعن واعتراضات کو منتشر کتبِ معتبرہ سے یکجا کر کے ان کا تجزیہ کیا جائے اور محققین کی آراء کی روشنی میں ان کے اصولی جوابات دئے جائیں، فہاأنا أشرع!

(۱) قلت حدیث: آپ کے خلاف جس الزام کو سب سے زیادہ دہرایا گیا وہ یہ کہ آپ قلیل الحدیث تھے، اس کے لئے مختلف دلائل کا سہارا لیا جاتا ہے، مثلاً خطیب بغدادی کی نقل کردہ روایات میں ہے کہ

یری فیہا أصحابہا أبا حنیفۃبقلۃ البضاعہ فیہ ، من ذالک ما نقلہ ابن المبارک کا ن أبو حنیفۃیتیما فی الحد یث،وعن أبی قطن،کان زمنا فی الحدیث وعن یحیٰ بن سعید القطان ،لم یکن بصا حب حد یث ،وعن أحمد بن حنبل: أنہ لیس لہ راوی ولا حد یث،وعن أبی بکر بن أبی داو’د جمیع ما روی عن أبی حنیفۃ من الحدیث مأتہ و خمسون حد یثاً، اخطأ فی نصفہا، عن ابن المدینی أنہ روی خمسین حد یثا أخطأ فیہا ۔

اسی طرح الزام ہے کہ آپ کے پاس کل سترہ اُحادیث تھیں کمانقلہ ابن خلدون عن بعض الناس ، حمیدی نے لکھا ہے

ابو حنیفہ کے بقول انہیں مکہ میں ایک حجام سے تین سنتیں حاصل ہوئیں وقال حمیدی بعد ذالک’’فرجل لیس عند ہ سنن عن رسول اللہ ﷺ و أصحابہ فی المنا سک وغیر ھا ’’کما نقلہ البخاری عن الحمید ی فی تا ریخ الصغیر۔

تلخیصِ کلامِ محققین:

امام اُعظم نے کوفہ جیسے عظیم شہر جو فقہ و حدیث کا بڑا مرکز تھا، پرورش پائی اور تحقیقِ محققین کے مطابق آپ نے ۹۹ھ تا ۱۰۳ھ کے چار سالہ عرصے میں علمِ حدیث حاصل کیا، ابن سعد کے بقول کوفہ صحابہ کی ایک بڑی جماعت کا مسکن تھا، بعض اہل علم نے کوفہ میں کثرت حدیث پر بڑی شہادتیں جمع کی ہیں،، امام اعظم ابو حنیفہ نے جن شیوخ سے علم حدیث حاصل کیا ہے، ان کا حدیث میں بہت بلند مقام تھا، جیسے امام شعبی، حماد بن سلیمان (مسلم، ترمذی، اُبوداوٗد، وغیرہ میں ان کی مرویّات ہیں) ان کے علاوہ جن جلیل القدر تابعین سے آپ نے علمی استفادہ کیا ان میں، ابراہیم نخعی، قاسم بن محمد، طاوٗس، نافع، عکرمہ، عطاء بن رباح، عمرو بن دینار، سلیمان الاعمش قابل ذکر ہیں، (صحاح ستہ میں ان کی مرویّات ہیں) ملا علی قاریؒ نے مسند ابی حنیفہ کی شرح میں آپ کے مشائخ کی تعداد (۴۰۰۰) بتلائی ہے جن میں سے اکثریت محدثین کی ہے،، امام اعظم کے تلامذہ کی بڑی تعداد محدثین کی ہے، جن میں سے بعض کو امامت کا درجہ حاصل ہے۔

مثلاً عبداللہ بن مبارک، امام الجرح والتعدیل یحیٰی بن سعید القطان، یحیٰی بن معین، مکی بن ابراہیم، وکیع بن الجراح، یزید بن ہارون، اُبوعاصم النبیل، علی بن مسہر، عباد بن عوام، صلت بن حجاج وغیرہ، (جن کی مرویات صحاح ستہ وغیرہ میں موجود ہیں)،، بعض محققین نے تاریخی حوالوں سے یہ ثابت کیا کہ تقریباً تمام اُصحابِ کتبِ حدیث بالواسطہ امام صاحب کے شاگرد ہیں، بڑے بڑے علماءِ حدیث نے علمِ حدیث میں آپ کی رفعت کا اعتراف کیا، محدث مکی بن ابراہیم آپ کو ''اُعلم الزمان'' کہتے تھے

ملحوظ : (عندالمحدثین عالم، متون و اُسانید دونوں کے حافظ کو کہا جاتا ہے) شعبہ آپ کو حسن الفہم، جید الحفظ کے لقب سے یاد کرتے تھے، ذہبی نے امام صاحب ک حفاظِ حدیث میں شمار کیا، اور اصطلاح محدثین میں حافظ وہ ہوتا ہے جس کو کم از کم ایک لاکھ احادیث یاد ہوں، امام زفر سے منقول ہے کہ کبارِ محدثین مثلاً زکریاؒ بن ابی زائدہ، عبدالملک، لیث، مطرف، حصین بن عبدالرحمن وغیرہ

(أنهم يختلفون ابا حنيفة و يسأ لونہ عما ينو بهم من المسائل و ما يشتقه عليهم من الحد يث) طحاوی، ذہبی، سیوطی، ابن حجر مکی، ملا علی قاریؒ جیسے جلیل القدر محدثین نے آپ کے مناقب پر کتابیں لکھی ہیں، اور فن حدیث میں آپ کے مقامِ بلند کا اعتراف کیا ہے۔ امام اعظم کی خدماتِ حدیث میں سے ایک اہم خدمت ان کی اُحادیث پر مشتمل ''کتاب الآثار'' ہے سیوطی کے ہاں یہ فقہی اُبواب پر حدیث کی سب سے پہلی مرتب کتاب ہے، امام مالک نے موٴطاء کی ترتیب میں اسی کی پیروی

کی ہے ،،مزید کئی ایک کبارِ محد ثین نے آپ کی مر ویات مسند اُبی حنیفہ کے نام سے مر تب کی ہیں ، جن کی تعداد اکیس ،اور مفتی تقی عثمانی عمّت فیوضہ کے بقول سترہ ہیں، جن میں ابو نعیم اُصفہانی ،ابن مندة ،ابن عدی، جیسے محد ثین ہیں ،اسی طرح محدث خوارزمی نے بھی جامع المسانید للامام الاعظم کے نام سے پندرہ مسانید کو جمع کر دیا، اُمام اعظم مجتہدِ مطلق تھے ،اور اجتہاد حدیث میں مکمل بصیرت ومہارت کے بغیر ممکن نہیں، جیساکہ یوسف صالحی لکھتے ہیں :

"ولو لا كثرة اعتنائه با الحد يث ما تہيا له' استنباط مسا ئل الفقه" اور جہاں تک حمیدی اور ابن خلدون کے بالاذکراقوال ہیں : ان کی حقیقت یہ ہے کہ شیخ بخاری وحمیدی کی مذکورہ رائے بریں بناء قابل قبول نہیں کہ وہ ظاہری ہونے کی وجہ سے امام صاحب کے تئیں اچھے خیالات نہ رکھتے تھے ، نیزان کے متعلق تاج الدین سبکی کی رائے کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ وہ فقہائے عراق کے بارے میں شدید اور ان کے خلاف غیر موزوں کلمات استعال کر تے تھے ۔امام صاحب کے تئیں اس رائے کی تر دید کے لئے محدث اُعمش کی یہ شہادت کافی ہے کہ اُبو حنیفہ سے مناسک سیکھو، کیوں کہ مجھے فرائض ونوافل حج کا ان سے بڑھکر عالم معلوم نہیں ہے، امام اعظم پچپن مر تبہ حج کی سعادت سے مشرف ہوئے تھے ،اس لئے یہ باور کرانا کیسے ممکن ہے کہ آپ مناسک حج سے متعلق سنتوں سے بے خبر تھے۔ حمیدی کی یہ روایت روایتی ودرایتی دونوں پہلوؤں سے نا قابل تسلیم ہے اور ابن خلدون کی سترہ احادیث سے متعلق رائے اس لئے نا قابل اعتبار ہے کہ وہ خود اسے (یقال) کے لفظ سے نقل کر کے اس کی تضعیف کی طرف اشارہ کر دیئے ہیں اور یہ بھی وضاحت کی ہے کہ اُئمہ مجتہدین کے بارے میں (قليل البضاعة في الحديث) کا نظریہ متعصبین کا جھوٹاالزام ہے، نیز یہ کہ ابن خلدون مؤرخ ہیں ،اس موضوع پر کسی محدث کی شہادت ہی معتبر ہو سکتی ہے، جبکہ کبارِ محدثین کی بیشتر شہادتیں آپ کے حق میں موجود ہیں۔

مر ویاّتِ امام کے تئیں مختلف بیانات کا تجزیہ:

مثلامحمد بن سماعہ سے منقول ہے کہ سیدناالامام نے اپنی تصانیف میں ستر ہزار سے کچھ زائد اُحادیث بیان کی ہیں، موفق نے حسن بن زیاد کے حوالہ سے نقل کیاکہ امام صاحب نے چالیس ہزار اُحادیث روایت کی ہیں، آپ کی تعدادِ مر ویاّت میں مختلف بیانات کے سلسلہ میں یوسف صالحی نے بالخصوص دواسباب کی طرف متوجہ کیاہے ،(۱) بیانِ روایت میں غایت درجہ احتیاط ، حتیٰ کہ محد ثین ومتقد مین صحابہ وغیرہ کی طرح آپ علیہ الرحمہ بہت سی اُحادیث مر فوعہ کو خوداپنا قول قرار دے کر بطورِ فقہی مسئلے کے ذکر کر تے تھے، جن کے

متعلق شاہ ولی اللہ نے ''ازالۃ الخفاء '' میں لکھا کہ ان کا شمار ''مکثرین '' میں ہونا چاہئے (ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء ۲، ص : ۱۴۱) '' سو بایں اعتبار آپ کی مرویات کا اتنی کثیر تعداد کو پہونچنا بھی کچھ بعید نہیں ہے ''(۲) دوسرے یہ کہ امام صاحب روایتِ حدیث کے بجائے استنباطِ مسائل میں زیادہ مشغول رہے، اس لئے آپؒ کی روایات صحاح میں موجود نہیں۔

(۲) قلت حفظ:

دار قطنی کے حوالہ سے آپ پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ آپ اچھے حافظہ کے مالک نہ تھے، اور عندالمحدثین سوء حفظ سے روایت میں ضعف پیدا ہو جاتا ہے، اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ دار قطنی نے خود امام اُعظم سے روایت کرکے ان کے حافظے پر اعتماد کا اظہار کیا ہے دوسرے یہ کہ حفظِ روایت کے معاملہ میں جس قدر احتیاط اور سخت شرائط اُمام اُعظم کے ہاں ہے کسی دوسرے کے ہاں نہ ملیں گی، جس کا اندازہ آپ کے اس قول سے لگایا جاسکتا ہے، (عن یحیٰ عن أبی حنیفۃ قا ل :لا ینبغی أن یحد ث من الحد یث إلاّ ما یحفظہ من وقت ما سمعہ') مزید برآں یہ کہ ذہبی کا آپ کو ''من حفاّظ الحد یث'' شمار کرنا۔

(دیکھئے، خیرات الحسان، ص: ۴۳) شعبہ کا آپ کو جید الحفاّظ کہنا، آپ کا حافظِ قرآن ہونا، ظاہر ہے یہ سب سوءِ حفظ کے رہتے ہوئے کیسے ممکن ہے، آپ کی ذہانت و حفظ تو ضرب المثل تھی۔ جیسا کہ ذہبی کی یہ شہادت ''کان أبو حنیفۃ من أذکیاءِ بنی آدم''

(۳) تضعیفِ امام:

سیدنا الامام پر یہ الزام بھی لگایا گیا ہے کہ آپ عندالمحدثین مجروح ہیں اور ائمہ حدیث آپ کو ضعیف قرار دیتے ہیں، مثلاً امام بخاری سے جہاں امام صاحب کے متعلق بعض اُصحابِ ظواہر سے کئی ایک جرحیں منقول ہیں، وہیں آپ اپنی تاریخ الکبیر میں امام صاحب کے تئیں لکھتے ہیں : سکتوا عن رأیہ وحدیثہ، نسائی نے ''کتاب الضعفاء والمتروکین'' میں لکھا ہے کہ '' : لیس بالقوی فی الحدیث''، دار قطنی نے بھی ''من کان لہ امام فقراءۃ الامام قراءۃ لہ'' والی حدیث کے تحت آپ کو ضعیف قرار دیا، ذہبی نے میزان الاعتدال میں آپ کے متعلق لکھا ''ضعّفہ النسائی من جہۃ حفظہ وابن عدی و آخرون''

مذکورہ آراء کی حقیقت اصولی نکات کی روشنی میں:

امام اعظم کی تضعیف سے متعلق حاسدین کے زیرِاثر محدثین کے ذہنوں میں پیدا ہوچکی غلط فہمیوں کا بڑا دخل ہے لیکن بہت سے علماء نے انکشافِ حقیقت کے بعد آپ کی مخالفت سے رجوع کر لیا تھا، ان میں سے ایک ابن عدی ہیں، انہوں نے بطورِ تلافی آپ کی مسند مرتب کی، اور بخاری، نسائی، دار قطنی، اصل حقیقتِ حال سے ناواقف ہونے کے باعث معذور ہیں۔

جرح وتعدیل کے قواعد کی رو سے دیکھا جائے تو اُمام اُعظم کی ثقاہت میں کوئی شبہ نہیں رہتا، آپ پر جرح اور تعدیل دونوں ثابت ہیں، لیکن اس جگہ "الجرح مقدم علی التعدیل والاعتراض" مبنی بر جہالتِ اصول ہوگا۔

ابن عبد البر مالکی کے "جامع بیان العلم وفضلہ" میں منقول ایک قول سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے معدلین جارحین سے کہیں زیادہ ہیں، اور اگر جرح وتعدیل کے متعلق موافق ومخالف آراء کی تعداد برابر بھی مان لی جائے تو اُصولاً وہاں بھی تعدیل ہی کو مقدم رکھا جاتا ہے۔ بصورتِ دیگر بڑے بڑے محدثین وائمہ مثلاً، شافعی، اُحمد بخاری، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی، وغیرہ کی بھی ثقاہت ثابت نہ ہوسکے گی، کیونکہ ان پر بھی کسی نہ کسی کی جرح موجود ہے۔ (جارحین کا ذکر دیکھئے درسِ ترمذی، ا، ص: ۱۰۰)

جرح وتعدیل کے ائمہ کبار مثلاً شعبی، یحیٰ بن سعید، یحیٰ بن معین، ابن حجر شافعی، وغیرہ نے بھی اپنے مختلف اُقوال میں امام اُعظم تیئں صدوق، ثقہ، عدل کے الفاظ کے ساتھ آپ کی توثیق کی۔ یحی بن معین سے یہ بھی منقول ہے " : ثقة ما سمعت أحدا ضعفه" قولِ انور شاہ علیہ الرحمہ : اس قولِ بالا سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یحی کے زمانہ تک آپ پر کسی نے تضعیف نہیں کی تھی۔

میزان الاعتدال میں نسائی، دار قطنی اور ابن عدی وغیرہ کے حوالے سے ذہبی کا امام صاحب کو ضعیف قرار دینا درست نہیں، عند المحققین مذکورہ عبارت الحاقی ہے، کیوں کہ؛ خود ذہبی نے میزان کے مقدمہ میں تصریح کی ہے کہ میں کبارِ ائمہ مثلاً امامِ اعظم وغیرہ کا ذکر نہیں کروں گا، جن کی عدالت حدِّ تواتر کو پہونچی ہوئی ہے۔ اور اس طرح کیوں کر ہو سکتا ہے جبکہ انہوں نے امام صاحب کے تیئں بہت سے محامد بیان کئے ہیں، تذکرۃ الحفاظ میں آپ کو حفّاظِ حدیث میں شمار کیا ہے، محققین کی رائے کے مطابق: میزان کے قدیم نسخوں میں یہ عبارت موجود نہیں، اس کا اضافہ بعد کے متعصبین نے کیا ہے۔

(۴) قلتِ عربیت:

نہایت عجب بات ہے کہ ایک نحوی نے سیدنا الامام کے کلمہ ''ولورای بأبا قبیس'' کی بناء پر یہ مشہور کر دیا کہ آپ کو عربی میں مہارت نہیں، جبکہ کبارِ علماء نے آپ کی عربی میں مہارت کا اعتراف کیا، نحو و لغت کے بڑے بڑے أئمہ آپ کے تلامذہ میں شامل ہیں، أبو بکر رازی نے آپ کے اشعار کو شافعی کے أشعار سے زیادہ فصیح قرار دیا۔ ابن خلکان نے ''وفیات الاعیان'' میں خطیب پر نقد کرتے ہوئے ''ولم یکن بھا بشیئ سوی قلۃ العربیۃ'' کا جواب دیا کہ بعض قبائلِ عرب کی لغت میں أسمائے ستّہ مکبرہ کا اعراب حالتِ جری میں بھی ''الف'' سے ہوتا ہے، دلیل میں مشہور شعر ''انّ ابا ھا و أبا أبا ھا ،، و قد بلغھا فی المجد غا یتھا '' پیش کیا، نیز یہ کہ اہل کوفہ کی لغت اسی طرح ہے، جیساکہ بخاری میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، ''آپؐ نے فرمایا ''أنت أبا جھل '' نواب صاحب نے بھی ''التاج المکلل '' میں آپ کی مدح کے ساتھ یہی ایک الزام دہرایا ہے، پر پتہ نہیں کیوں ابن خلدون کی تردید نہیں نقل کی۔

(۵) مخالفتِ حدیث:

سیدنا الامام کے خلاف یہ پروپیگنڈہ کثرت کے ساتھ کیا گیا کہ آپ اور آپ کے تلامذہ أصحاب الرایے میں سے ہیں، اور اس کا مطلب یہ باور کرایا گیا کہ انہوں نے أحادیث کے مقابلہ میں قیاس ورائے کا استعمال کیا ہے جبکہ مفہومِ اصطلاحی میں أصحاب الرأی ان لوگوں کے لئے مستعمل ہے جن میں وصفِ اجتہاد وتفقّہ غالب ہو، مختلف اہل علم مثلاً سفیان ثوری، أوزاعی، امام جعفر صادق، وغیرہ بھی آپ کے تئیں یہی رائے رکھتے تھے کہ آپ قیاس کو سنت پر مقدم رکھتے ہیں، لیکن ان سب نے دلائل سے آگاہی کے بعد اپنی غلطی سے رجوع کرکے آپ کے دلائل کی صحت کو تسلیم کیا ''کماذکرت آنفاً '' امام صاحب نے ایک موقعہ پر خود اپنے الفاظ میں اس الزام کی نفی کرتے ہوئے فرمایا '' کذب واللہ وافتریٰ علینا من یقول عناأِ نا نقد م القیاس علی النص، وھل یحتاج بعد النص الی القیا س''۔ ابو جعفر منصور کے سامنے بھی آپ نے ایک دفعہ اسی الزام کی تردید کے بعد اپنے طریقِ استنباط کی وضاحت فرمائی۔

محدث خوارمی نے '' جامع المسانید'' کے مقدمے میں اس الزام کا مختصر، مدلل جواب دیا ہے، اس کے چند نکات یہ ہیں أحادیثِ مرسلہ کو بھی امام اعظم حجت قرار دیتے اور اسے قیاس پر مقدم رکھتے ہیں، جبکہ شافعی کا عمل اس کے برعکس ہے، اسی طرح آپ أحادیثِ

ضعیفہ کو بھی قیاس کے مقابلہ میں حجت سمجھتے ہیں، جیسے نماز میں قہقہے کو ضعیف حدیث کی بناء پر ناقص وضو قرار دیتے ہیں، حالانکہ یہ خلافِ قیاس ہے اور شافعی اس کے برعکس قیاس پر عمل کرتے ہیں۔

"قال ابن حزم :جميع أصحاب أبى حنيفة يجمعو ن على أن مذ هب أبى حنيفة أن ضعيف الحد يث أولى عند ه عن القيا س و الرأى"

نیز محدث ابن مبارک کہا کرتے تھے "لا تقو لو رأى أبى حنيفة ولكن قولو ا أنه تفسير الحد يث "آپ کے اس الزام میں ابن ابی شیبہ کا نام بھی آتا ہے؛ چونکہ انہوں نے اپنی مصنّف میں ایک مستقل فصل قائم کی جس کا عنوان ہے " هذا ما خالف به أبو حنيفة الاثر الذى جا ء عن رسو ل الله ﷺ" اس کے تحت انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ امام اعظم نے ۱۲۵ مسائل میں احادیث وآثار کی مخالفت کی ہے، اس تنقید کی حیثیت نظری واجتہادی ہے، تعصب سے پاک "فلا حرج فيه عند أهل العلم " تاہم حنفی علماء نے آپ کے دفاع میں کئی ایک کتابیں تصنیف کی ہیں، علماء کا کہنا ہے کہ : اس سلسلہ میں زاہد الکوثری کی تصنیف "النکت الطریفۃ فی التحدث عن ردود ابن ابی شیبہ علی أبی حنیفۃ" کا تحقیقی معیار کافی بلند ہے، الحمد للہ راقم الحروف کو ام المدارس دارالعلوم دیوبند کے مکتبہ میں کتاب بالا ذکر کی باصرہ نوازی کا شرف حاصل ہوا، مؤلف نے کتاب کے ابتدائیے صفحہ ۳ پر انہی ۱۲۵ اعتراضات کے دفعیہ میں نہایت مختصر مفید اور جامع خاکہ پیش کیا ہے۔ بہرکیف آپ کے متعلق یہ مذکورہ الزام اور بدگمانی غالباً اس وجہ سے ہے کہ لوگ امام اعظم کے حدیث اور فہمِ حدیث کے اصولوں سے ناواقف ہیں کہ امام محترم قبول روایت میں نہایت محتاط، احوالِ رواۃ پر کافی تنقیدی نظر، اور ناسخ ومنسوخ کی بڑی چھان بین کرنے والے تھے۔

(۲) غیر شرعی حیلے:

امام اعظم اور آپ کے اصحاب فقہی حیلوں کی بناء پر بھی مطعون ہیں، بخاری نے اپنی صحیح کی "کتاب الحیل" میں احناف کے حیلوں پر سخت جرح کی ہے، "کتاب الحیل" کے نام سے ایک کتاب بھی آپ کی طرف منسوب کی گئی جس طرح امام محمد کی طرف، لیکن محققین نے ان کی طرف ان کتابوں کے انتساب کو غلط قرار دیا، ہاں اس سے انکار نہیں کہ مناقبِ امام پر مشتمل بعض کتب میں آپ کے متعلق بعض ایسے فقہی حیلے ضرور منقول ہیں، جن کا مقصد دین میں تسہیل اور دفعِ حرج تھا کہ مقاصدِ شریعت بھی فوت نہ ہونے پائے اور وہ شریعت کے مسلمہ اصول کے خلاف بھی نہ ہوں۔

أبو بکر الخصاف کی ''کتاب الحیل والمخارج '' میں منقول حیلوں سے بھی امام صاحب کا حیلوں سے متعلق یہی مسلک واضح ہوتا ہے۔ لیکن جہاں تک متاخرین کے من گھڑت حیلوں کا تعلق ہے ان کے متعلق ابن تیمیہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ أئمہ مجتہدین کی طرف ان کی نسبت درست نہیں۔

(۷)نسبتِ ارجاء:

بعضوں نے امام أعظم کی طرف عقائد مرجۂ کی نسبت کرکے آپ کو مطعون کیا، حتیٰ کہ امام بخاری نے لکھدیا: کامرجئاًاور تاریخی پسِ منظر میں دیکھا جائے تو شیخ مصطفی حسنی السباعی کا امام صاحب کی طرف نسبتِ ارجاء کو خالص سنت اور قرآن وحدیث کے عین مطابق قرار دینا بھی علیٰ وجہ التسلیم امام کنوی کے اس قول سے صحیح معلوم ہوتا ہے کہ : اطلا ق الا ر جا ء علی قسمین:

(۱)ارجا ء اهل الضلا ل(۲) و ا ر جا ء اهل السنة ... و ابو حنيفة و تلا مذ ته وشيو خه وغير هم من الرواة الاثبات ، انما هم من مرجئة اهل السنة لا من مرجئة الضلالة ، (الرفع و التكميل فى الجر ح و التعد يل للامام الكنوى الهندى ص : ۲۶۵)

مجموعۂ رسائل ومقالات میں عبدالکریم شہرستانی کے حوالہ سے منقول ہے کہ :

''المعتزلة كا نوا يلقبون كل من خا لفهم فى القدر مر جئاً''جب کہ سیدنا الامام ''لا يضر مع الا يمان معصية كما لا تنفع مع الكفر طا عة''اور دیگر تمام عقائد مرجۂ سے بری ہیں،ابن حجر نے لکھاہے کہ غسّان نامی مرجئی نے اپنے مذہب کی ترویج کے لئے اپنے عقائد کو امام صاحب کی طرف منسوب کردیا تھا،ابن أثیر نے آپ کے دفاع میں فرمایا

'' و الظا هر أنه كان منزّهاً عنها '' خود امام صاحب نے ''فقہ الاکبر ''میں تفصیل کے ساتھ اس الزام سے براءت ظاہر فرمائی، نیز اپنے اور عقائدِ مرجۂ میں مابہ الامتیاز واضح کیاہے۔ابن تیمیہ نے الفرقان میں اور کوثری نے بھی تاریخ بغداد وغیرہ میں منقول اس قسم کی روایات کی دلائل کے ساتھ نفی کرتے ہوئے آپ کی براءت ظاہر فرمائی۔اور جو جاہل ''غنیۃ الطالبین ''کی عبارت سے آپ کی طرف نسبتِ ارجاء کرتے ہیں وہ تو مبنی بر حماقت ہے۔

(۸)امام اُعظم اور اعتزالی نظریات:

مخالفین نے آپ کی طرف بعض اعتزالی نظریات بالخصوص خلقِ قرآن کا عقیدہ بھی منسوب کیا ہے اس نظریہ کے قائل بشر المریسی اور ابن اُبی داو'د تھے۔انہوں نے اُصحابِ اُبی حنیفۃ کو بدنام کیا۔

الانتقاء فی فضا ئل الثلاثۃ الائمۃ الفقہاء کی ایک روایت کے مطابق امام صاحب نے ابویوسف کو خلقِ قرآن کے مسئلہ میں کلام نہ کرنے کی وصیت فرمائی تھی خود امام اعظم سے قرآن کے غیرِ مخلوق ہونے کا عقیدہ ''فقہِ اکبر''میں صراحۃً موجود ہے کہ: نحن نتکلم با الآلات والحروف 'واللہ تعالی یتکلم بلاآلۃ ولا حروف 'والحروف مخلو قۃ ' وکلا م اللہ تعا لی غیر مخلوق''ابن عبدالبر نے امام صاحب کی طرف خلقِ قرآن کی نسبت کے وجوہات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ: احناف میں سے بعض معتزلی عقائد رکھتے تھے، مخالفین نے ان کے عقائد کی ذمہ داری آپ پر عائد کر دی، نیز امام اعظم کے پوتے ''اسمٰعیل بن حماد بن ابی حنیفہ '' خلقِ قرآن کا عقیدہ رکھتے تھے اور اسے اپنے آباء کی طرف منسوب کرتے تھے۔

(۹) امام اُعظم اور رؤیائے سیءۃ:

خطیب نے تاریخ بغداد میں بعض خواب نقل کئے جن میں آپ ﷺ نے امام صاحب اور ان کے اصحاب کے طریقے و فقہ سے کنارہ کشی کا حکم دیا۔ کوثری نے ان کی اسناد میں بعض رواۃ کا وضاع اور مجہول ہونا ثابت کیا ہے۔ نیز خوابوں کو دیکھا جائے تو ان چندے رؤیا کے علاوہ بے شمار خواب ایسے ہیں جن سے آپ علیہ السلام کی خوشنودی کا اظہار اور امام اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کی فضیلت و منقبت ثابت ہوتی ہے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ امام صاحب کے فضائل پر مشتمل عمدہ خواب اہلِ علم کے ہاں مشہور تھے، حاسدین و مخالفین، سیدنا الامام سے لوگوں کو بدظن کرنے کے لئے اپنی طرف سے کچھ خواب گھڑ کر بیان کر دیا کرتے تھے۔

(۱۰) عصرِ حدیث کے بعض اہلِ تحقیق:

مثلاً اُبوزہرہ، مصری مصنف احمد اُمین، اور شبلی وغیرہ کی آراء بھی سیدنا الامام کے تئیں کچھ محلِ نظر ہیں، جو حقیقتِ واقعہ اور تاریخی شواہد کے بالکل خلاف ہے۔ لیکن چونکہ انہیں بحیثیتِ اعتراض و تنقید نہیں پیش کیا گیا اسی طرح خطیب تبریزی کا ''اِلاکمال '' میں امام مالک کو امام اُعظم پر ترجیح دینے کا مسئلہ بھی (جو تاریخی شواہد سے ناواقفیت یا قصداً، نظرانداز کرنے پر مبنی ہے) چونکہ موضوعِ بحث سے زیادہ قریب اور مناسبت نہیں رکھتا، بریں بناء انہیں مقالہ کا حصہ نہ بنانا ہی مناسب معلوم ہوا۔

(تتمہ)

بقیہ آپ کے تیئں تمام تر مطاعن واعتراضات کے ردود ودفاع میں چاروں مسالک کے علماء و محدثین کی محقق، مدلل، تصانیف عربی اور اردو میں موجود ہیں، مولانا طاہر منصور، اور مولانا عبدالحئی، نے اپنی کتاب "امام اعظم، حیات، فکر و خدمات" میں لکھا ہے کہ آپ کے دفاع میں جن مصنفین نے کتابیں لکھی ہیں ان میں سے اکثریت ان حضرات کی ہے جنہوں نے اعتدال و توازن کے ساتھ تحقیق و تجزیہ پیش کیا، جبکہ بعض کے ہاں قدرے غلو اور جمود نمایاں ہے۔

"مقالہ کا اختتام شعرانی کے ایک قول سے اتفاق کے ساتھ"

عبدالوہاب شعرانی نے میزان میں کئی فصلیں آپ کے دفاع میں قائم کیں، بالآخر فرمایا: ان اعتراضات کی تحقیق اور ان کا تجزیہ، میں نے قلبی عقیدت یا حسنِ ظن کی بناء پر پیش نہیں کیا جیسا کہ بعض لوگوں کا دستور ہے بلکہ یہ سارے جوابات میں نے دلائل کی کتابوں کی چھان بین کے بعد دیئے ہیں (المیزان الکبریٰ، ج۱، ص : ۶۳)

صدق من قال ما قال في شانه　　من اعترض عليه هو حاسد له أو جاهل به

اللهم ارنا الحق حقاً و ارزقنا اتباعه

الراجی الی رحمة ربه الغافر

مفتی محمد مرغوب الرحمن ممدوح